AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Recognized in "Y" Category Journal by HEC
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.

Volume IV, Issue II, Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index

Category Y

Link:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article: نظم حکومت میں تصور استثناء: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Authors & Affiliations:

[1] **Dr. Fayyaz Ahmad Farooq**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan.

[2] **Dr. Tanveer Huma Ansari**
Post doctorate International Islamic university Islamabad. (IIUI)., Visiting teacher in Sindh university Jamshoro old campus.

Email Add:

[1] fayyazahmad@isp.edu.pk
[2] ansaritanweerhuma@gmail.com

ORCID ID:

Published: 2024-04-15

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.11194002

Citation: Dr. Fayyaz Ahmad Farooq, and Dr. Tanveer Huma Ansari. 2024. " نظم حکومت میں تصور استثناء: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ: THE CONCEPT OF IMMUNITY IN GOVERNMENT ADMINISTRATION: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS". *AL MISBAH RESEARCH JOURNAL* 4 (02):1-10. https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/article/view/257.

Copyright's info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
ROOTINDEXING
Google Scholar

Published by Institute of Culture and Ideology, Islamabad.
+92-313-305-2561, +92-300-030-9933
www.almisbah.info
REINCI

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024.
Page no: 1-10

نظم حکومت میں تصور استثناء: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE CONCEPT OF IMMUNITY IN GOVERNMENT ADMINISTRATION: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS

*Dr. Fayyaz Ahmad Farooq
** Dr. Tanveer Huma Ansari

ABSTRACT

No doubt the concept of governance is considered very important in the state administration and it is created to run the government system. Governance is the name of a sense of responsibility which governs the state while discharging its responsibilities. But the basic rights of the rulers are protected and in the legal language it is called privilege. Therefore, whenever administrative rules are made for the administration of the state, it includes administration. Laws are also made for the facilities and privileges of the rules. That is why the rulers are given a privileged position over other members of the society and their status in the society is highly regarded, because they have the primary responsibility of representing the people which is given to them by the people. The facility is called an exception in legal parlance. Governance in Islam is considered a duty and responsibility and the sense of responsibility is realized by fulfilling its legal requirements. In order to end the chaos in the society and to send a message of peace, love and brotherhood, it should keep in view that they are given relief so that they can fulfill their duties in a better way and live a good life as a ruler. This article will offer research over view of privileged right of rulers in the light of Islamic teachings.

Key Words: Administration, privilege, parlance, facilities and legal requirements, Government, Islamic Teachings.

تعارف

ریاستی نظم ونسق میں تصور حکمرانی نہایت اہمیت کا حامل سمجھا جاتاہے اور نظام حکومت کو چلانے کے لیے انتظامیہ وجود میں آتی ہے۔حکمرانی ایک احساس ذمہ داری کانام ہے اس لیے اس حکمرانی کے کچھ اصول وضوابط سامنے آتے ہیں جن کی پاسداری ریاستی نظام کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے۔حقوق و فرائض کا ایک پورا نظام وجود میں آتا ہے جن کی عملی تکمیل بھی انھی اصول وضوابط کی روشنی میں کی جاتی ہے۔نظام حکمرانی میں انتظامیہ کا تصور بنیادی اہمیت کا حامل ہے جو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوتے ہوئے ریاست کا نظم و نسق چلاتی ہے۔ریاست کے بنیادی قوانین میں جہاں ریاستی نظم ونسق، حکمرانی سے متعلق اصول وضوابط اور رعایا کے بنیادی حقوق کے تحفظ سے متعلق

---

* Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan.
** Post doctorate International Islamic university Islamabad. (IIUI)., Visiting teacher in Sindh university Jamshoro old campus.

قوانین ملتے ہیں وہیں حکمرانوں کے استحقاق بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس لیے جب بھی ریاستی نظم و نسق کے لیے انتظامی قوانین بنائے جاتے ہیں تو اس میں انتظامیہ کی سہولیات اور مراعات کے لیے بھی قوانین بنائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کو معاشرے کے دیگر افراد پر ممتاز حیثیت دی جاتی ہے اور معاشرے میں ان کا مقام و مرتبہ بلند تصور ہوتا ہے۔ حکمرانوں اور انتظامیہ کا بنیادی حق (استحقاق) سمجھا جاتا ہے کہ ان کو بہتر سہولیات زندگی عطا کی جائیں، ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جائے اور قانون میں ان کو تخفیف و رعایت دی جائے۔ چناچہ اسی رعایت و سہولت کو قانونی زبان میں استثناء کا نام دیا جاتا ہے۔

اسلام میں حکمرانی ایک فریضہ اور ذمہ داری سمجھی جاتی ہے اور ذمہ داری کا احساس اس کے قانونی تقاضوں کی تکمیل سے ہوتا ہے۔ قوانین بنیادی طور پر اصلاح معاشرے کے لیے بنائے جاتے ہیں، تاکہ معاشرے میں موجود افراط و تفریط کو ختم کر کے امن و سکون اور محبت و اخوت کا پیام دیا جائے۔ لہذا حکمرانوں کی اس بنیادی ذمہ داری کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں رخصت و تخفیف دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے فرائض کی بہتر انداز میں تکمیل کر کے ایک اچھے حاکم جیسی زندگی بسر کر سکیں۔

ا۔ استثناء کا مفہوم

جہاں تک استثناء کے مفہوم کا تعلق ہے تو اس کی ماہرین لغت نے وضاحت کی ہے۔

ابن منظور افریقی لسان العرب میں رقم طراز ہیں "لغت میں استثناء فعل کا مصدر ہے، کہتے ہیں "استثنیت الشیء من الشیء "میں نے فلاں شئے کو فلاں شے سے نکال دیا، اور کہا جاتا ہے: حلف فلان یمینا لیس فیھا ثنیا ولا مثنوىہ ولا استثناء "فلاں نے قسم کھائی جس میں ثنیا نہیں، مثنویہ نہیں اور استثناء نہیں"، سب ایک معنی میں ہیں۔[1]

شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے کہ استثناء، لغت اور استعمال میں کسی شرط کے ساتھ مقید کرنے پر بولا جاتا ہے۔[2] اور اسی سے فرمان باری تعالیٰ ہے وَ لَا یَسْتَثْنُوْنَ[3] یعنی انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔

گویا استثناء سے مراد وہ قانونی رعایت ہے جو حکمرانوں کو نظم حکومت میں ذمہ داریوں کی عملی تکمیل میں عطا کی جاتی ہے۔

انگریزی زبان میں استثناء کے لیے دو الفاظ مستعمل ہیں ان میں سے ایک Immunity اور دوسرا Exemption قابل ذکر ہیں۔ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے ہم معنی استعمال ہوتے ہیں، حکمرانوں کے استثناء کے حوالے سے Immunity زیادہ مناسب لفظ سمجھا، بولا اور لکھا جاتا ہے اور یہ لفظ اس کے مفہوم کی وضاحت بھی واضح طور پر کرتا ہے۔

ہینری کیمبل (Henry Campbell) بلیک لاء ڈکشنری (Law Dictionary Black's) کے فورتھ ایڈیشن میں لکھتا ہے۔

> Immunity mean Exemption, as from serving in an office, or performing duties which the law generally requires other citizens to perform.[4]

استثناء کا مطلب مستثنیٰ ہونا ہے جیسا کہ کسی دفتر میں عام شہری کے لیے اس کو پورا کرنا قانونی لحاظ سے اہم ہوتا ہے۔

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے چودھویں ایڈیشن میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

> In law, a term for exemption from liability, principally used in the legal sense in connection with exterritoriality.[5]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

قانون میں ذمہ داری سے استثناء کی اصطلاح بنیادی طور پر قانونی زبان میں خارجی حیثیت کے سلسلے میں استعمال کی جاتی ہے۔

ولی الدین ابوزرعۃ احمد بن عبد الرحیم، اپنی کتاب "الغیث الہامع شرح جمع الجوامع" میں استثناء کے حوالے سے رقم طراز ہے۔

"استثناء کے لیے تخصیص کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اس کا مطلب ہے عام کو اس کے بعض افراد میں محدود کرنا۔[٦]

تخصیص یہ ہے کہ لفظ میں اس کے بعض افراد داخل نہیں ہیں۔ استثناء ایک عام حکم یا عدد میں سے بعض افراد کے نکال لینے اور خاص کر دینے کو کہتے ہیں، جن کو خاص کیا جائے اسے "مستثنیٰ" اور جن سے خاص کیا جائے اسے "مستثنیٰ منہ" کہتے ہیں۔

گویا اس سے بھی یہی مراد ہے کہ حکمرانوں اور انتظامی افسران کو ان قانونی احکامات سے نکال دیا ہے جو قانونی احکامات عام رعایا کے لیے ضروری ہیں۔ یہ قانونی رعایت عہدوں، نظم حکومت اور عوامی نمائندگی کے ساتھ مشروط ہوتی ہے، جب شرائط مکمل ہوں گی تو استثناء بھی مکمل طور پر دیا جائے گا۔

۲۔ جمہوری ریاستوں میں استثناء کا تصور

اگر جدید جمہوری ریاستوں کا جائزہ لیں تو اس کے انتظامی قانون میں استثناء کا تصور موجود ہے، ریاستی نظم و نسق میں حکمرانوں اور انتظامی افسران کو مخصوص وجوہات کی بناء پر استثناء حاصل ہوتا ہے اور یہ استثناء عہدوں کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے۔ جب تک کوئی حاکم یا انتظامی افسر اپنے اس عہدے پر رہے گا اسے استثناء حاصل ہو گا جب وہ یہ عہدہ چھوڑے گا اس کے بعد اس کو حاصل مخصوص استثناء بھی ختم ہو جائے گا۔ اگر ہم عالمی دنیا کے نظاموں کا جائزہ لیں تو یہ استثناء ہمیں ہر ملک کے انتظامی قانون میں ملتا ہے، یہاں تک کہ جمہوری ریاستوں میں اسے قانونی حیثیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہم انتظامی قانون میں قانونی استثناء کے مستعمل ہونے کا جائزہ لیں تو انتظامی قانون قانونی طور پر پارلیمنٹ کے اراکین کو دو طرح کے تحفظ مہیا کرتا ہے، یعنی اپنی مرضی سے ووٹ کاسٹ کرنا، اظہار رائے کی آزادی اور وہ کام جو وہ متعلقہ ادارے کی اجازت کے بغیر کرتا ہو۔ لہذا یہ تحفظ جسے استثناء کا نام دیا جاتا ہے اس کے لیے مختلف ممالک میں مختلف نام ملتے ہیں، جو کہ ذیل میں ہیں۔

سپین میں اسے (Inviolabilidad)، فرانس اور بیلجیم میں اسے (Irresponsabilite)، پرتگال میں اسے (Irreesponsabilidade) کا نام دیا جاتا ہے، اٹلی میں اسے (Insindacabilita) کا نام دیا جاتا ہے، جرمنی میں اسے (Indemnitat یا (Verantwortungsfreiheit) یعنی (Non-liability) کا نام دیا جاتا ہے جبکہ برطانیہ میں اسے (Privilege) یا (Freedom of speech) کا نام دیا جاتا ہے۔[٧]

گویا ہم کہ سکتے ہیں کہ فرانس میں اسے قانون شکن، فرانس اور بلجئم میں غیر ذمہ دار کہا جاسکتا ہے اٹلی میں اسے قانون کی خلاف ورزی بھی کہتے ہیں جبکہ جرمنی میں قانونی معاملات کی خلاف ورزی بھی کہا جاتا ہے جبکہ برطانیہ میں اسے استحقاق یا آزادی اظہار رائے کہا جاتا ہے۔ ان اصطلاحات میں جو مخفی معنی ہیں اس میں اس کے مثبت استعمال سے زیادہ اس کے منفی استعمال کا رجحان پایا جاتا ہے اور کوئی بھی ایسا فعل جس کے منفی ہونے کا تصور معلوم ہو جائے تو اس صورت میں نہ اس کو اختیار کیا جائے اور نہ ہی اس کے اختیار کرنے کے عوامل کی پذیرائی ہو۔ لہذا ایسے تمام عوامل جس قدر ہو سکیں ختم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ مستقل قریب و بعید میں اس کے مفسدات سے بچا جاسکے۔

۳۔ استثناء کا تاریخی ارتقاء

اگر پارلیمانی استثناء کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لیں تو اس کا تصور ابتدا میں چودھویں صدی عیسویں میں ملتا ہے جس کی ابتدا برطانوی پارلیمنٹ سے ہوئی تھی۔ پارلیمانی استثناء کا آغاز برطانوی پارلیمنٹ سے ۱۲ جنوری سے ۱۲ فروری ۱۳۹۷ء کے درمیان میں ہوا، جب ہاؤس آف کامن نے ایک بل پاس کیا اور اس کا آغاز مذمتی قرارداد کے بعد ہوا جس میں رجرڈ دوم (۱۴۰۰ء-۱۳۶۷ء) کے کسٹم کے سیکنڈلز اور بے جا مالی بوجھ نے انگلش پارلیمنٹ کو یکجا کیا تھا۔ تھامس ہیگزی (ThomasHaxey) وہ رکن تھا جس نے بادشاہ اور اس کی عدالت کے خلاف بالواسطہ اقدام اٹھایا اس پر مقدمہ چلایا گیا اور اس پر عمل داری کی وجہ سے سزائے موت سنائی گئی تاہم ہاؤس آف کامنز کے دباؤ کے نتیجے میں تھامس شاہی کو معافی دلا کر شکریہ ادا کیا گیا۔[۸]

اس واقعہ نے شاہی تاج کی مداخلت کے بغیر مکمل خود مختاری اور آزادی میں بات جیت کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے صحیح حقدار ارکان کے سوال کو جنم دیا۔ سولہویں صدی کے آغاز میں دارالعوام میں پیش کیا گیا استثنیٰ جس میں کسی بھی شکل میں تقریر کی آزادی، بات جیت اور پارلیمنٹ کی کارروائیوں کو محفوظ بنانے کے لیے زیر بحث لایا گیا تاکہ ارکان پارلیمنٹ کے خلاف کسی قسم کی مداخلت نہ کی جا سکے۔ واضح رہے کہ گرفتاری سے آزادی بھی ایک قدیم انگریزی اصطلاح ہے لیکن پہلے پہل ہی بنیادی طور پر سول اعمال کے نتیجے میں ذاتی آزادی کو محدود کرنے کے احکامات کے ساتھ استحقاق بھی منسلک کیا گیا۔[۹]

استثناء کی اس قسم کو آہستہ آہستہ مخصوص کر دیا گیا، فوجداری عدالتوں کی سرگرمیوں میں بنیادی مقصد اور استحقاق کے متعلق الزام اور رکن کی طرف سے کیے گئے فرائض کے ساتھ ان پارلیمنٹ کے استثناء کے تحت حق حکمرانی کا حق حاصل ہے جو ۱۷۹۱ء کے آئین کے تحت مختص کیا گیا ہے لیکن مجرمانہ کارروائیوں کے لیے گرفتار کیا جا سکتا تھا لیکن اس کی باقاعدہ اطلاع دینا ضروری تھا۔ فرانس میں یہ قانون جزوی طور پر انگریزی ماڈل سے لیا گیا جس میں فرانس میں پارلیمانی مراعات میں کافی وسعت دی گئی لیکن قومی اسمبلی اور اس کے اراکین کو یہ مراعات انقلاب فرانس کے نتیجے میں حاصل ہوئیں، جس میں ریاست کے دیگر اداروں کی برتری کی پوزیشن کو قریب سے دیکھنے کے پابند تھے اور قومی خود مختاری کے اصول کی عکاسی کرتا تھا، جس میں اختیارات کے ساتھ ساتھ پارلیمانی استثناء خاص طور پر حاصل ہے۔ لہٰذا اس پہلو کی وجہ سے فرانسیسی ماڈل کو بر اعظم یورپ اور دیگر ممالک میں تسلیم کیا گیا۔[۱۰]

آغاز میں استثناء کا تصور برطانوی پارلیمنٹ میں آیا، پھر اس کے بعد مختلف ممالک میں اس تصور کا ارتقاء ہوا۔ اگر پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو قیام پاکستان کے بعد اس میں بنیادی طور پر برطانوی قوانین کا نفاذ ہوا جن میں ۱۸۶۰ء کا قانون قابل ذکر ہے، پھر انتظامی قانون ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت اس کا نظام چلایا گیا اور پاکستان میں جو قانونی ضابطہ (۱۹۷۳ء کا آئین پاکستان) میں بھی استثناء کا تصور موجود ہے۔ یہ قانونی استثناء انتظامیہ اور حکمرانوں کو اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ ان کے کسی فعل کا محاسبہ نہ ہو اور نہ ہی انھیں کسی عدالتی کارروائی کا سامنا ہو تاکہ وہ جمہوری اداروں میں آزادانہ زندگی بسر کر سکیں۔

۴۔ استثناء کی اہمیت

اگر استثناء کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو دو طرح سے اس کی اہمیت کو واضح کیا جا سکتا ہے۔ ایک اس کی شرعی حیثیت اور دوسری اس کی انتظامی اہمیت ہے۔ جہاں تک اس کی شرعی حیثیت اور اہمیت کا تعلق ہے تو شریعت اسلامیہ میں اس کی خصوصیت کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے اور اس کے مقاصد بالکل واضح ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں مکلف کے لیے سختی کی بجائے نرمی کا اصول استعمال کیا گیا ہے تا کہ مکلف آسانی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[11]

اللہ کسی ذات کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

مکلف کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مخصوص رعایت دی جاتی ہے تا کہ انسانی زندگی سے مشکلات کو دور کر کے ان کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں جس کی مختلف مثالیں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر عبادات (نماز و روزہ) میں تخفیف و رعایت کا تصور موجود ہے۔ اسی طرح احکامات میں بھی ہمیں استثناء کا تصور ملتا ہے، مثال کے طور پر چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔

یہ ایک عام حکم ہے کہ ہر چور کو چوری کرنے پر یہ سزا ملے گی، مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: قحط سالی کے زمانے میں چوروں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

لاقطع فی زمن المجاع[12]

قحط کے زمانے میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب قحط کا زمانہ آیا تو آپؓ نے قحط میں یہ سزا موقوف فرمادی۔ گویا کوئی شخص اگر بھوک و افلاس کی وجہ سے چوری کرے تو اس سے سزا ساقط ہو جائے گی۔ یہ رعایت دراصل استثناء ہے جو مخصوص حالات کے پیش آنے سے دی جاتی ہے۔ قرآنی حکم میں ہر وہ چوری شامل ہے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، لیکن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن محمد بن یحیٰ بن حبان انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول ولاقطع فی ثمر ولا کثر۔[13]

"محمد بن یحیٰ بن حبان کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، پھل اور کھجور کی گری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا"۔

لہذا جہاں تک استثناء کا تصور ہے تو کچھ مخصوص حالات میں استثنائی صورتیں ملتی ہے اور کچھ عام حالات میں کچھ چیزوں میں استثناء حاصل ہوتا ہے مگر کسی بھی حالت میں استثناء کی نوعیتیں وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔

اسلامی شریعت مکمل اور جامع ہے اس لیے یہ بنیادی اصول ہے کہ مجرم کی سزا پر اگر کوئی قانونی اصول یا ضابطہ مانع ہو تو اس کی سزا ختم کر دی جائے، تخفیف کر دی جائے گی یا بدل دی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ کے فیصلوں میں اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب بنو حنیفہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کے دو قاصد اس کا خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ مسیلمہ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما، یعنی اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔[14]

اس سے واضح ہوتا ہے وہ لوگ اپنے ارتداد کی وجہ سے قتل کے مستحق ہو چکے تھے مگر سفارتی اصول کے وجہ سے سفیر کی جان کی حفاظت ضروری ہوتی ہے اسی وجہ سے سفیر اپنے ارتداد کے باوجود بحفاظت واپس ہوئے۔ یہ اس لیے بھی ہوا کہ سفیروں کو قانونی استثنی حاصل تھا۔ اس لیے یہ بنیادی تصور قانون کی اندر بھی موجود ہے کہ مخصوص حالات قانون کے نفاذ میں نرمی کر دیتے ہیں جب کہ عام حالات میں قانون کا نفاذ ضروری ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ حد کے نفاذ میں قصاص کی بجائے کوڑے لگوائے گئے اور جلاوطن کیا گیا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قتل رجل عبدہ عمداً متعمداً فجلدہ رسول اللہ ﷺ ماءۃ ونفاہ سنۃ ومحاسہ من المسلمین۔[15]

"عبد اللہ بن عمر بن عاص کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو سو کوڑے مارے، ایک سال کے لیے جلاوطن کیا اور مسلمانوں کے حصہ میں سے اس کا حصہ ختم کر دیا"۔

یہ بھی ایک بنیادی اصول ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے پر مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے اس لیے اگر باپ اپنے بیٹے کو کوئی سزا دے دے تو اس پر سزا کا اطلاق اس طرح نہیں ہو گا جیسا کہ عام حالات میں ہوتا ہے اسی طرح مالک کو اپنے غلام پر بھی حق ملکیے حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس معاملے میں حد کے نفاذ میں تخفیف کی گئی۔

اسلام جو ایک مکمل، جامع اور عالمگیر مذہب ہے وہ جہاں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور انھیں زندگی گذارنے کے تمام وسائل مہیا کرتا ہے وہیں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ بھی کرتا ہے جن میں ذمیوں کو بعض مخصوص حالات میں استثناء دیا جاتا ہے، جیسا کہ اسلامی ریاست میں ریاستی تحفظ کے لیے غیر مسلم ذمی کو فوجی خدمات سے استثناء حاصل ہے۔ اسلامی ریاست کو بیرونی جارحیت سے محفوظ رکھنا مسلمان شہریوں کا فرض ہے۔ اس لیے ریاستی نظریے کی وجہ سے اس کے ماننے والے ہی اس کے دفاع کے حقیقی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے اور اس کے عوض ان پر محصول ادا کرنے کی پابندی لگائی ہے جزیہ دراصل اسی حفاظت کا معاوضہ ہوتا ہے۔

اب جہاں تک انتظامی معاملات میں استثناء کی اہمیت ہے تو قانونی طور پر حکمرانوں اور انتظامی افسران کو یہ استثناء دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے افعال بغیر کسی مشکل اور مشقت کے بہترین طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں جب گورنر شام حضرت ابو عبیدہؓ نے رومیوں کے پاس اپنا سفیر بھیجا تو دوران گفتگو جب بادشاہ کے اختیارات کا ذکر ہوا تو حضرت معاذؓ نے فرمایا۔

"تم ایک ایسے بادشاہ کی رعایا ہے جو خود کو کسی بات میں ترجیح نہیں دیتا۔ ہر اس جرم کی سزا اس کو ملے گی جو وہ کرے گا۔ زنا کرے تو درے لگائے جائیں چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ اس لیے وہ اپنے کسی فعل کی وجہ سے چھپتا نہیں ہے اور نہ کسی بات پر فخر و غرور کرتا ہے اور نہ وہ امارت و ثروت میں خود کو ہم پر ترجیح دیتا ہے"۔[16]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

گویا اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مملکت میں حاکم اور رعایا جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالاتر نہیں۔ چناچہ اس سے ہمیں قانونی مساوات کا تصور ملتا ہے، جہاں تک قانونی مساوات کا تعلق ہے تو اسلامی ریاست قانون کی حکمرانی کو قائم رکھے۔ ہر شخص اور ہر طبقہ کے لوگ ایک ہی نظام اور قانون کے تحت زندگی بسر کریں، غریب وامیر اور راعی ورعایا سب قانون کی نظر میں برابر ہونے چاہیں۔ اسلامی ریاست کا کوئی شہری قانون سے بالاتر نہیں حتی کہ منتظم اعلیٰ بھی قانون سے مستثنیٰ نہیں۔

۵۔ حکومتی استثناء اور تصور عدل

استحقاق اور استثناء کے ساتھ ایک اہم چیز احتساب ہے جو بنیادی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط ہیں۔ احتساب حکمرانوں کی اصلاح کا ایک اہم جز سمجھا جاتا ہے جو حکمرانوں کے استحقاق اور استثناء کے استعمال کی نوعیت کا جائزہ لیتا ہے اور نقائص کی بنیاد پر حکمرانوں کی گرفت کرتا ہے۔ عدل وانصاف کے تقاضوں کی عملی تکمیل کا نام احتساب ہے اور یہ احتساب اس لیے بھی ضروری ہے کہ طبقاتی تقسیم کی وجہ سے امراء اور غرباء میں جو تفریق پائی جاتی ہے اس کی اصلاح بھی عدل وانصاف سے ممکن ہوتی ہے۔ اس کے بغیر حکمرانوں اور انتظامیہ کے قانون سے ماوراء کاموں پر گرفت نہیں کی جاسکتی، لہذا معاشرے کو حکمرانوں کے غیر قانونی کاموں سے مبرا رکھنے کے لیے عدل وانصاف اور احتساب بہت ضروری ہے۔ عدل کے بغیر معاشرتی استحکام پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے بغیر طرز حکمرانی کی درست سمت متعین ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید میں جابجا اللہ تعالی نے بلا تفریق عدل وانصاف کرنے اور حق کا ساتھ دینے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ[۱۷] "کہہ دے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے"۔

عادل حکمراں کے لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاذا عدل کان له الأجر[۱۸] "اگر وہ عدل کرے گا تو اس کے لیے اجر ہے"۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فان عدلوا فلانفسهم، وان ظلموا فعلیها[۱۹]

"اگر وہ انصاف کریں تو یہ انہی کے حق میں (فائدہ مند) ہے اور اگر ظلم کریں تو اس کا وبال ان پر ہو گا"۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

> "میں ایک عام مسلمان اور کمزور بندہ ہوں جو منصب مجھے دیا گیا ہے اس کی وجہ سے مجھ میں ذرہ برابر بھی تغیر پیدا نہیں ہو گا اور نہ ہی تم میں سے کوئی مجھ میں ایسے کوئی تبدیلی دیکھے گا۔ اگر کوئی بھی مجھ میں ذرہ برابر بھی تبدیلی دیکھے تو وہ پوچھنے مکمل حق رکھتا ہے اور میں آپ کر اس بات کا جواب دوں گا جو پوچھی جائے گی۔ جس شخص کی کوئی ضرورت ہو یا جس پر کوئی ظلم ہوا ہو یا جو شخص مری کسی بات پر نکتہ چینی کرنی چاہتا ہو تو براہ راست میرے پاس آئے۔ میں تمہارے ہی اندر کا ایک آدمی ہوں، تمہاری بہبود مجھے عزیز ہے، تمہاری خفگی مجھ پر گراں ہے اور جو امانت میرے سپرد کی گئی ہے مجھے اس کی جوابدہی کرنی ہے۔ جو معاملات میرے علم میں آئیں گے میں ان کی براہ راست تحقیق کروں گا ان کو کسی اور کے سر نہیں ڈالوں گا۔ البتہ جو معاملات مجھ سے دور ہیں ان کے انتظام

کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں ان کو تمہارے اندر سے ان لوگوں کے سپرد کروں جو قابل اعتماد اور عوام کے خیر خواہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے سوا انشاء اللہ یہ امانت کسی اور کے سپرد نہیں کروں گا"۔(۲۰)

عبد القادر عودہ "تاریخ التشریع الجنائی الاسلامی" میں لکھتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلافت عباسیہ میں خلیفہ المسلمین مامون رشید پر کسی آدمی نے مقدمہ دائر کر دیا، دار السلطنت بغداد کے قاضی یحییٰ ابن اکثم نے خلیفہ کے نام نوٹس جاری کیا، مامون جب یحییٰ کی عدالت میں حاضر ہوا تو ایک خادم مامون کے پیچھے پیچھے ایک شاہی فرش لیے ہوئے آیا۔ قاضی نے بادشاہ کی اس انفرادیت پسندی پر فوری نکیر کی اور کہا کہ امیر المومنین بیٹھنے میں اپنے فریق سے ممتاز بننے کی کوشش نہ کیجئے، خلیفہ شرمندہ ہو گیا اور اس نے اپنے فریق کے لیے اسی طرح کا دوسرا فرش لانے کو کہا۔(۲۱)

شریعت اسلامیہ میں عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہے۔ حکمران اور عوام قانون کی نظر میں برابر ہیں مگر بعض معاملات میں حکمران خود کو عوام سے بالاتر تصور کرتے ہیں اس لیے بعض اوقات عدل و انصاف کو بھی پورا نہیں کیا جاتا۔ عدل کا نفاذ ایک دستوری تقاضا ہے مگر جدید دستوری قوانین میں حکمرانوں کو استثنیٰ حاصل ہوتا ہے۔ مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ قانون سے بالاتر ہیں یا عوام پر ظلم و ستم کرنے کے لیے یا ریاستی قوانین کی پامالی کرنے کے لیے ہیں۔ حقیقت میں اسلام طرز حکمرانی اصول و آداب ضرور سکھاتا ہے مگر ساتھ ہی قانونی مساوات کا تصور بھی موجود ہے۔ حضرت عمرؓ جن لوگوں کو عامل بنا کر کہیں بھیجتے تھے ان کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

"میں تم لوگوں کو امت محمد ﷺ پر اس لیے عامل مقرر نہیں کر رہا ہوں کہ تم ان کے بالوں اور ان کی کھالوں کے مالک بن جاؤ بلکہ میں اس لیے تمہیں مقرر کرتا ہوں کہ تم نماز قائم کرو، لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور عدل کے ساتھ ان کے حقوق تقسیم کرو"۔(۲۲)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام لوگوں کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ حکمران اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے عوام الناس کے حقوق کو پامال کریں یا ریاستی قوانین اپنے مفاد کے لیے استعمال کریں۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حکمران استثنائی قوانین کے پس پردہ وائٹ کالر جرائم کو اختیار کریں یا ان کا تحفظ کریں یا لوگوں کی جان، مال عزت کو سر عام نیلام کریں۔ اس لیے یہ بات واضح طور پر کی جاسکتی ہے کہ ریاست پاکستان میں جو قوانین ہیں وہ بنیادی طور پر درست ہیں مگر ان قوانین کا استعمال بعض اوقات غلط کیا جاتا ہے یا انھیں حکمران اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال مثالی ریاستی نظام دستوری نظام اور قانون کی حکمرانی کے ساتھ منسلک ہوتا ہے اس لیے قوانین اور ان کے استعمالات پر مقدر حلقوں کو نظر رکھنی چاہیے اور حکمرانوں کو بھی اپنے رویوں میں تبدیلی لانی چاہیے۔

الغرض یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاستی قوانین کی رو سے استحقاق حکمرانوں اور انتظامیہ کا بنیادی حق ہے جس کے نتیجے میں ان کو استثناء حاصل ہوتا ہے مگر ان دونوں کی موجودگی میں عدل و انصاف کے تقاضوں اور احتساب کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ قانون کی حکمرانی صرف اس وقت ہی ممکن ہے جب عدل و انصاف اور مساوات کو قائم کیا جائے۔ اگر اسلامی ریاست میں حکمرانی کو ایک ذمہ داری اور فریضہ سمجھا جائے، اس کے لیے عملی جدوجہد کی جائے اور عوامی حقوق کا خیال رکھا جائے تو ریاستی نظام بھی درست بنیادوں پر چلایا جاسکتا ہے، قانون کی حکمرانی بھی قائم ہو سکتی ہے اور معاشرے کو خوش حال بھی بنایا جاسکتا ہے۔ قانون کی حکمرانی تب ہی قائم ہو سکتی ہے جب طبقاتی فرق کو ختم کیا جائے، امیر و غریب اور حاکم و رعایا کے لیے ایک ہی قانون ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ حکمرانوں کو ریاستی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے اور استحقاق کے تحفظ کے

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

ساتھ ساتھ استثنائی قوانین کو جوابدہی میں رکاوٹ تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر حکمران اپنے استحقاق کے ساتھ ساتھ رعایا کے حقوق کا بھی خیال رکھیں اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کریں تو وہ اچھے منتظم بھی بن سکتے ہیں اور دین و دنیا کی بھلائی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے معاشروں میں حکمرانوں کی کرپشن رشوت اور وائٹ کالر جرائم کی اتنی شرح ہے کہ قانونی و احتسابی اداروں میں بھی اپنی من مانی کر کے انصاف کے پورے نظام کو، قانونی اصول و ضوابط کو اور پورے احتسابی نظام کو بدل دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ نظام قانون کی بالادستی کا نعرہ لگانے والے قانون شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں اور ریاستی، قانونی اور عدالتی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ لہذا حکمرانوں کے اس رویے اور عملی مظاہر اور طرز حکمرانی کے حوالے سے سوچنے، غور و فکر کرنے اور فکری عمل داری کے لیے ایک لائحہ عمل بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر حکمران اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور نظام حکمرانی میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں تو آنے والے وقتوں میں صحیح اور درست بنیادوں پر قانون کی حکمرانی ہو گی اور ریاستی نظام کو بھی مستحکم بنیادوں پر چلایا جا سکے گا۔

حواشی و حوالہ جات:

[1] افریقی، ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، سطن) مادہ استثناء، ج ۲، ص ۱۷۷۔

[2] ابن عابدین شامی، رد المحتار علی در المختار، (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء) ج ۴، ص ۵۰۹۔

[3] القرآن ۱۸:۶۸۔

[4] Henry Campbell Black, M.A. Black's Law Dictionary, Fourth Edition (West Publishing Co, 1968) p 885.

[5] The Encyclopedia Britannica, 14th Edition (London: 1929) Vol XII ,p 119

[6] ولی الدین ابوزرعۃ احمد بن عبد الرحیم، الغیث الہامع شرح جمع الجوامع، محقق محمد تامر حجازی، دار الکتب العلمیہ ۲۰۰۴ء، ج ۴، ص ۳

[7] Marilia Crespo Allen ,Eurpean Parliament,Directorate General For Research, (Budgetary And Cultural Affairs And Comparative Law Division, Legal Affairs Series, 1993) p 71.

[8] Thomas Bayly Howell, Thomas Jones Howell, William Cobbett, David Jardine (1811). Cobbett's complete collection of state trials and proceedings for high treason and other crimes and misdemeanors from the earliest period to the present time IX. R. Bagshaw, p 782

[9] Marilia Crespo Allen ,Eurpean Parliament, Directorate General For Research, Budgetary And Cultural Affairs And Comparative Law Division, p 8.

[10] Ibid.

[11] القرآن ۲:۲۸۶۔

[12] علاء الدین علی متقی بن حسام الدین، کنز العمال، (کراچی: دار لاشاعت، س ن) ج ۳، ص ۷۹۔

[13] امام ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، باب مالا قطع فیہ، حدیث نمبر ۴۳۸۸۔

[14] امام ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرسل، حدیث نمبر ۲۷۶۱۔

[15] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب ہل یقتل الحر بالعبد، حدیث نمبر ۲۶۶۴۔

[16] شبلی نعمانی، الفاروق، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء) ص ۱۲۵۔

[17] القرآن، ۷:۲۹۔

[18] خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (بیروت: مکتبہ تجاریہ، دار الفکر، ۱۹۹۱ء)، حدیث نمبر ۳۷۱۸۔

[19] امام ابوداود، سنن ابوداود، کتاب الزکوٰۃ، باب رضا المصدق، حدیث نمبر ۱۵۸۸

[20] محمد حسین ہیکل، الفاروق عمر، ص۱۰۶۔

[21] عبد القادر عودہ، تشریع الجنائی الاسلامی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی) ج۱، ص ۳۲۰۔

[22] امام طبری، تاریخ طبری، (کراچی: نفیس اکیڈمی کراچی، س ن) ج۳، ص ۲۷۳۔